مجلس مذاکرہ

سابق کانگریس مین ہارنی فرینک،
ویڈ ہینڈرسن اور جوڈتھ ہیومین
میزبان: پی بی ایس نیوز اور کی جوڈتھ وڈرف
موضوع: شہریوں کی فعالیت: شہری حقوق کے لیے اتحاد و اشتراک کی تعمیر

9 ستمبر، 2014

Knight ٹی وی اسٹوڈیو
واشنگٹن ڈی سی

مز وڈرف : آپ سب کو خوش آمدید۔ میرا نام جوڈی وڈرف ہے، اور میں پی بی ایس کے پروگرام نیوز اور میں کام کرتی ہوں۔ آج صبح مجھے یہاں نیوزیم میں آپ سب کو خوش آمدید کہتے ہوئے بڑی مسرت محسوس ہو رہی ہے۔ آج کا پروگرام حقوق کی موجودہ صورتِ حال کے موضوع پر Global Engagement سلسلے کا پروگرام ہے جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے، آج ہم شہریوں کی فعالیت: شہری حقوق کے لیے اتحاد و اشتراک کی تعمیر کے موضوع پر تبادلہ خیال کریں گے۔ ہمارا آج کا پینل چند غیر معمولی افراد پر مشتمل ہے، اور مجھے بڑی خوشی ہے کہ میں آج صبح اس موضوع پر ان کے ساتھ گفتگو کر سکوں گی۔

میں مختصراً چند نکات بیان کروں گی جن کے بارے میں ہم بات کریں گے۔ ہمارے مہمانوں میں سے ہر ایک کا کیریئر بڑا شاندار رہا ہے اور وہ شہری حقوق سے متعلق اس بحث میں مختلف انداز سے حصہ لے سکیں گے۔

میں ابتدا کرتی ہوں آپ کے بالکل دائیں جانب، یعنی میری بائیں جانب سے۔ جوڈی ہیومین امریکی محکمہ خارجہ میں معذور افراد کے بین الاقوامی حقوق کی خصوصی مشیر ہیں۔ اس سے پہلے وہ ڈسٹرکٹ آف کولمبیا میں معذور افراد کے لیے سروسز کے محکمے کی ڈائریکٹر رہ چکی ہیں۔ اس حیثیت میں وہ Developmental Disability Administration and Rehabilitation Services کی ذمہ دار تھیں۔ ان کے بعد بیٹھے ہوئے ہیں ویڈ ہینڈرسن جن کا تعلق لیڈر شپ کانفرنس آن سول اینڈ ہیومن رائٹس، اور لیڈرشپ کانفرنس ایجوکیشن فنڈ سے ہے۔ وہ ان کے صدر اور سی ای او ہیں۔ مسٹر ہینڈرسن نے اس تنظیم کی قیادت کی ہے جو ملک کی سب سے بڑی شہری حقوق اور انسانی حقوق کی کولیشن ہے۔ یہ اتحاد 200 سے زیادہ قومی سطح کی متنوع تنظیموں پر مشتمل ہے۔

اور آخر میں، میرے برابر بیٹھے ہوئے ہیں امریکی ایوان نمائندگان کے سابق رکن، ہارنی فرینک۔ وہ تین عشروں سے زیادہ عرصے تک ریاست میسا چوسٹس کے کانگریس مین رہے، اور انہوں نے ہمارے ملک کی حالیہ تاریخ میں، بعض انتہائی اہم قوانین کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ان میں "نہ پوچھو، نہ بتاؤ" ("don't ask, don't tell") قانون کی منسوخی شامل ہے۔ اقتصادی زوال کے بعد جو قانون سازی ہوئی، یعنی گھروں کے رہن اور قرقی کا قانون اور اسی قسم کے دوسرے قوانین جیسے تاریخی Dodd-Frank Wall Street Reform اور صارفین کی حفاظت کا قانون۔

تو یہ ایک غیر معمولی گروپ ہے، اور اس کے ساتھ ہی میں یہاں آپ سب سے صرف یہ اور کہنا چاہتی ہوں کہ ہم یہاں یہ سمجھنے اور اپنے قومی اور بین الاقوامی ناظرین کو یہ بتانے کے لیے جمع ہوئے ہیں کہ امریکہ میں انسانی حقوق اور شہری حقوق کی کہانی کی تشکیل میں مختلف گروپوں کے اتحاد کس طرح اثر انداز ہوئے۔ اس طرح ان لوگوں کے ذریعے جو اس تاریخی لمحے میں موجود تھے، ہمیں ان تبدیلیوں کا بہتر شعور حاصل ہو سکے گا اور ہم جان سکیں گے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا اور یہ کیوں اہم تھا۔

میں آپ سب سے جو ہمیں دیکھ رہے ہیں یا آن لائن ہم پر توجہ دے رہے ہیں، یہ بھی کہنا چاہتی ہوں کہ آپ ہم تک #StateofRights کے ذریعے پہنچ سکتے ہیں۔ اور اگر آپ اس موضوع پر ٹویٹ کرنا چاہیں، اس پر تبصرہ کرنا چاہیں، تو ایک بار پھر ہمارا پتہ ہے: #StateofRights

تو جوڈی ہیومین، آپ سے شروع کرتے ہیں۔ یہ ایسا موضوع ہے جس کے بارے میں آپ بہت کچھ جانتی ہیں۔ ہمیں مختصراً یہ بتائیے کہ آپ نے کس کولیشن کے ساتھ کام کیا اور اس سے کیوں فرق پڑا۔

مز ہیو مین: 1970 کی دہائی میں معذوروں کی لیے کام کرنے والی کمیونٹی کو اکٹھا کرنا کسی حد تک دشوار تھا کیونکہ ہم اس میڈیکل ماڈل کو چھوڑ رہے تھے جس میں بیشتر بحث معذوری کے علاج پر ہوتی تھی۔ اب ہم جس ماڈل کی طرف جا رہے تھے اس میں ہماری توجہ معذوروں کے حقوق پر تھی۔ اب ہمارے لیے یہ بات اہم تھی کہ معذور لوگوں میں یہ احساس بیدار کریں کہ امتیازی سلوک کا خاتمہ ضروری ہے، اور ہمیں اس ماڈل کی پیروی کرنی تھی اور اس کا حصہ بننا تھا جو شہری حقوق کی کمیونٹی نے اتنے شاندار طریقے سے تیار کیا تھا۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ وقت کے ساتھ ساتھ، لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ معذوری کی نوعیت چاہے کچھ ہی کیوں ہو، لوگوں کی کسی کولیشن کے تحت متحد ہونے کی صلاحیت، اور امتیازی سلوک کو ختم کرنے کے لیے پوری طرح توجہ دینے سے ہی، ہم اس قابل ہوئے ہیں کہ بہت سے قوانین منظور کرا سکیں جن میں Americans with Disabilities Act سر فہرست ہے۔

مز وڈرف: ویڈ بینڈرسن، آپ کیا کہیں گے؟ مختصراً بتائیے کہ یہ کولیشن کیا تھی، اور بالآخر جو نتائج برآمد ہوئے ان میں اس کی کیا اہمیت تھی۔

مسٹر بینڈرسن: جوڈی، اول تو یہ کہ یہاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں موجود ہونا بہت بڑا اعزاز ہے، اور یہ موضوع بہت اہم ہے۔ جب آپ شہری حقوق کی تحریک کے بارے میں سوچتے ہیں، تو دراصل آپ 20 ویں صدی میں سماجی انصاف کی اس اہم ترین تحریک کے بارے میں سوچ رہے ہوتے ہیں جس نے معاشرے کی کایا پلٹ دی۔ 1909 میں اگر NAACP نہ ہوتی، تو یقیناً ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ الاباما میں اور دوسرے مقامات پر سماجی انصاف کے حصول کی کوششوں کی قیادت نہ کر رہے ہوتے، نہ وہ 1963 میں لنکن میموریل کی سیڑھیوں پر موجود ہوتے، اور نہ ہی صدر براک اوباما امریکہ کے 44 ویں صدر ہوتے۔

لیکن یہ دراصل افریقی امریکیوں، امریکی یہودیوں اور مزدور یونینوں کی مشترکہ کوشش تھی جس نے شہری حقوق کے دور کی مشترکہ تحریک کی بنیاد فراہم کرنے میں مدد دی۔ جیسا کہ آپ نے ذکر کیا، لیڈر شپ کانفرنس بھی بجائے خود ایک کولیشن تھی جس کے بانیوں میں پہلے ممتاز افریقی امریکی مزدور لیڈر، اے فلپ رینڈولف، NAACP کے سربراہ رائے ولکنز، اور نیشنل جیوش کمیونٹی ریلیشنز ایڈوائزری کونسل کے آرنلڈ آرنسن شامل تھے۔ کولیشن یا بہت سے گروپوں کے اتحاد کا تصور ہی جس میں لوگ اپنی توانائیاں یکجا کرتے ہیں جنہیں حاصل کرنا کسی ایک گروپ کے بس میں نہ ہو، سن 50 اور 60 کے عشروں کے آخری برسوں کی سماجی انصاف کی کوششوں کی بنیاد تھا۔

اور تبدیلی اکثر بتدریج حاصل ہوتی ہے۔ 1964 میں سول رائٹس ایکٹ منظور ہوا جس کا ہم جشن منا رہے ہیں اور جس کی اس سال پچاسویں سالگرہ ہے۔ اس سے پہلے 1957 کا ایکٹ منظور ہوا تھا جس کے تحت ہمیں محکمہ انصاف میں سول رائٹس ڈویژن ملا اور سول رائٹس کمیشن قائم ہوا، اور 1960 میں سول رائٹس ایکٹ کے ذریعے ہمیں ووٹنگ میں مدد ملی۔ ان چیزوں میں وقت لگتا ہے، لیکن طاقت صرف اتحاد سے ہی ملتی ہے،

اور اگر آپ کولیشن کی سیاست پر عمل نہیں کر رہے ہیں، تو پھر آپ 21 ویں صدی میں تبدیلی کی سیاست پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔

مز وڈرف: اور اس سے پہلے کہ میں کانگریس مین فرینک کی طرف متوجہ ہوں، میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہم آپ کے سوالات کے منتظر ہیں، چاہے آپ یہاں حاضرین میں ہمارے ساتھ موجود ہیں، یا آپ اسے آن لائن ٹوئٹر پر دیکھ رہے ہیں۔ ایک بار پھر، #StateofRights کو یاد رکھیے۔ اپنے سوال ہمیں بھیجیے، اور ہم چند منٹوں میں ہی ان پر توجہ دیں گے۔

لیکن کانگریس مین فرینک، کولیشن یعنی کئی گروپوں کے اتحاد کی تشکیل میں آپ کا تجربہ کیسا ہے۔ وہ کولیشن کیا تھی، اور وہ کیوں اہم تھی؟

کانگریس مین فرینک: کولیشن ایک خاص وجہ سے اہم ہے جس پر زور دیا جانا ضروری ہے۔ ویڈ نے ایک ایسی بات کہی ہے جسے ہمارے لیے سرگرم کارکنوں کو بتانا، اپنا تجربہ دوسروں کو بتانا بہت اہم ہے۔ بتدریج ایک ایک قدم آگے بڑھنا نہ صرف قابل قبول ہے، بلکہ اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ بتدریج ترقی کا متبادل جمود ہے، کیونکہ یہ خیال کہ کسی بھی بڑے مسئلے میں، آپ ایک ہی ریلے میں 0 سے 98 فیصد تک جا سکتے ہیں، سراسر غلط ہے۔ درحقیقت ہوتا یہ ہے کہ آپ جب ترقی کرتے ہیں، تب ہی آگے بڑھتے ہیں۔

محض تبصرے کے لیے، 1957 اور 1960 کے سول رائٹس ایکٹ کو لیجیٹے۔ مجھے یہ دونوں قوانین اچھی طرح یاد ہیں۔ میں اس وقت تک کانگریس مین نہیں بنا تھا۔ میری عمر اس وقت کم تھی، لیکن مجھے یہ دونوں قوانین یاد ہیں۔ اس وقت بہت سے انتہا پسند سرگرم کارکنوں نے ان کا مذاق اڑایا تھا کہ ان سے کیا فرق پڑے گا۔ اُس وقت تو خود ان سے کوئی بڑی تبدیلی نہیں آئی، لیکن ان سے ایک بنیاد پڑ گئی، اور اگلے قدم اٹھانا آسان ہو گیا۔ اور میں نے یہ دلیل مسلسل LGBT کمیونٹی میں بہت سے لوگوں کو مسلسل دی ہے، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ کسی ایسے پیچیدہ معاشرے میں رہتے ہیں جس میں تعصبات اور تنگ نظری پر مبنی خیالات کی جڑیں گہری ہیں۔ اور اصل میں سارا مسئلہ یہی ہے: ہم تعصبات پر قابو پانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اس کام میں وقت لگتا ہے۔

میں جس نکتے پر زور دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم نے یہ مقصد بڑی حد تک کس طرح حاصل کیا۔ اور یہ بات کسی حد تک متنازعہ ہے۔ ہم نے مارچ کیے، مظاہرے کیے، یہ سب چیزیں بہت اہم ہیں، اگر یہ ایک حکمت عملی کا حصہ ہوں جس کا مقصد متاثرہ کمیونٹی اور اس کے اتحادیوں میں تحریک پیدا کرنا اور پھر سیاسی کام کرنا ہو۔ تو صرف مظاہروں سے کچھ نہیں ہوتا۔ میرا ایک اصول ہے کہ اگر آپ کسی مقصد میں پختگی سے یقین رکھتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر کسی سرگرمی میں مصروف ہیں، یعنی ان لوگوں کے ساتھ جو 100 فیصد آپ کے خیالات سے متفق ہیں، اور آپ اپنے خیالات کا اظہار بڑے زور شور سے کر رہے ہیں، تو شاید آپ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے کوئی مدد نہیں مل رہی کیوں کہ آپ محض ایک دوسرے کے جذبات کو اور زیادہ ہوا دے رہے ہیں، اور انہیں اپنے حلقے کے باہر دوسروں تک نہیں پھیلا رہے ہیں۔

یہ مظاہرے لوگوں میں تحریک پیدا کرنے کے لیے مفید ہو سکتے ہیں۔ اور یہ میری گفتگو کا آخری نکتہ ہے۔ بائیں بازو کے دوستوں کے ساتھ مجھے جو ایک مشکل پیش آتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ بار بار کہتے ہیں، "سیاستدانوں کو تو بس پیسے کی فکر ہوتی ہے، وہ آپ کو کوئی توجہ نہیں دیتے، وہ ووٹروں کی بات نہیں سنتے۔" ٹھیک ہے، وہ ان ووٹروں کی بات نہیں سنتے جو ووٹ نہیں ڈالتے، اور وہ ان لوگوں کی بات نہیں سنتے جو ان سے بات نہیں کرتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان تمام تحریکوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر متاثرہ لوگوں اور ان کے اتحادیوں کی سیاسی حمایت کو عملی شکل دے سکیں، تو پھر تبدیلی لانے کا حتمی طریقہ یہی ہے۔

مز بیومین: میں سمجھتی ہوں کہ ہم نے معذور افراد کی کمیونٹی میں دیکھا ہے کہ وہاں ہمیں زیادہ گہرائی تک جانا پڑا۔ کولیشن یعنی مختلف گروپوں کا اتحاد بنانا واقعی انتہائی اہم تھا، ہماری یہ صلاحیت بھی کہ ہم یہ

وضاحت کر سکیں کہ ہم پالیسی کے طور پر کیا چاہتے ہیں، اور پھر بعض ٹھوس مسائل پر صحیح معنوں میں کام کر سکیں۔ لہذا جہاں تک معذوری کا تعلق ہے، صرف یہ کہنا کافی نہیں تھا کہ ہمیں بس میں سوار ہونے کا حق حاصل ہے۔ ہمیں یہ علم بھی ہونا چاہیئے تھا کہ بس کو معذوروں کی رسائی کے قابل بنانے کے لیے کیا کرنا ضروری ہے۔ جب ہم ایسی تعلیم کی اور اس سے متعلق مسائل کی بات کرتے تھے جس میں سب شریک ہوں، تو ہمارے لیے ٹھوس مسائل میں جانا ضروری تھا۔

تو جیسا کہ کانگریس میں کہہ رہے تھے، صرف مظاہروں سے وہ نتیجہ بر آمد نہیں ہوتا جس کی ہمیں ضرورت ہے۔ اور میرے خیال میں، جیسے جیسے معذور افراد کی کمیونٹی میں ذہنی پختگی آتی ہے، اس کے علم میں اضافہ ہوا ہے، اور اس پیشہ ورانہ علم کے مخصوص شعبوں تک ہماری رسائی ہوئی ہے، ہمیں آگے بڑھنے میں مدد ملی ہے۔

مسٹر ویڈ: جوڈی، وہ دو نکتے اہم ہیں، پہلا تو وہ جس پر بارنی نے زور دیا، جو یہ ہے کہ دیکھیئے، جمہوریت کی اصل زبان ووٹنگ ہی ہے۔ یعنی یہ کہ اگر آپ ووٹ نہیں ڈالتے، تو پھر آپ کسی شمار میں نہیں ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ووٹ کا استعمال کیے بغیر، سیاسی عمل میں اپنی آواز سنانے کی صلاحیت کو بڑھائے بغیر، آپ کی آواز نہیں سنی جائے گی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ شہری اور انسانی حقوق کے مسائل کسی ایک پارٹی کے مسائل نہیں ہیں، یہ قومی مسائل ہیں۔ اور سچی بات یہ ہے کہ کسی ایسی نئی قانون سازی کے لیے جس سے تبدیلی آئے، دونوں پارٹیوں کے ووٹ ضروری ہوتے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک مسئلہ قیادت کا ہے، اور ڈیموکریٹس میں ہمیں نہایت اعلیٰ قیادت ملی ہے۔ میرے ذہن میں Steny Hoyer اور Tony Coelho جیسے لوگوں کے نام آ رہے ہیں۔ ڈیموکریٹس نے معذوروں کے حقوق اور بہت سی کمیونٹیوں کے شہری اور انسانی حقوق دونوں کے مسائل کے بارے میں بیداری پھیلانے میں اہم کام کیا ہے، لیکن نفرت کی بنیاد پر کینے جانے والے جرائم اور LGBT یعنی مختلف النوع جنسی رجحانات رکھنے والے لوگوں کے سلسلے میں، بارنی فرینک نے واضح طور پر قائدانہ رول ادا کیا ہے۔ لیکن صدر آئیزن ہاور کے بغیر اور ان کی طرف سے ایسے ججوں کے تقرر کے بغیر جنہوں نے جنوب کی کاپیا پلٹنے میں مدد دی، ہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے جہاں آج کھڑے ہیں۔ یہ صدر لنڈن جانسن تھے جنہوں نے تبدیلی کی رفتار متعین کی، اور میرے نقطہ نظر سے وہ 20 ویں صدی کے سب سے بڑے صدر تھے۔ یہ سب درست ہے، لیکن انہوں نے جو کام کیا اس کی بنیادیں دونوں پارٹیوں کو ساتھ ملا کر تعمیر کی گئی تھیں۔

تو آج جب ہم اس دور کی کشمکشوں سے نبرد آزما ہیں، اور سپریم کورٹ کے ایک سال قبل کے فیصلے *Shelby County v. Holder* سے پیدا ہونے والی صورت حال میں ووٹنگ کے حقوق حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ وہ فیصلہ تھا جس نے تمام امریکیوں کے مفادات پر بُرا اثر ڈالا۔ اور جب ہم ایک بین الاقوامی معاہدے، معذوری والے افراد کے حقوق کے کنونشن کے ذریعے جو اس ملک میں قانون کی طرح موثر ہے، اور جسے معذوریوں والے امریکیوں کے قانون کی طرز پر تشکیل دیا گیا ہے، ہم معذوریوں والے افراد کے مفادات کو آگے بڑھانے کی کوشش میں مصروف ہیں، تو ہم یہ سب کام سابق فوجیوں کی تنظیموں کے ایک غیر معمولی اتحاد کے ذریعے کر رہے ہیں جس میں اس ملک کے سابق فوجیوں کا ہر بڑا سابق فوجی گروپ شامل ہے اور کاروباری تنظیمیں اور ادارے جیسے چیمبر آف کامرس، IBM اور دوسرے ادارے جیسے کوکا کولا اور دوسری بڑی بڑی کمپنیاں، اور سول اور انسانی حقوق کی کمیونٹی۔ یہ سب اجتماعی طور پر معذور لوگوں کی کمیونٹی میں ہمارے دوستوں کی قیادت کے تحت ان حقوق اور اپنی حیثیت کو تسلیم کرانے کے لیے کام کر رہی ہیں جو انہوں نے ہمارے ملک کی شہریوں کی حیثیت سے حاصل کیئے ہیں۔ ہماری توجہ ان ہی چیزوں پر ہے۔

مز وڈرف: اور میں ایک بار پھر آپ کو یاد دلا دوں، اگر آپ ٹوئٹر کے ذریعے سوال پیش کرنا چاہیں تو پتہ ہے [#StateofRights](https://twitter.com/StateofRights)۔ اور ایک بار پھر، یہاں حاضرین میں جو لوگ موجود ہیں، میں انہیں بھی دعوت دوں گی۔ کانگریس میں فرینک، اگلی باری آپ کی ہے۔ آپ تینوں کو سنتے ہوئے، میں سوچ رہی ہوں کہ آپ میں سے

کچھ لوگ جو یہ پروگرام دیکھ رہے ہیں، سُن رہے ہیں، یا پڑھ رہے ہیں، ہو سکتا ہے کہ دنیا کے کچھ ایسے علاقوں میں رہ رہے ہوں جہاں یا تو ان کے پاس ووٹ نہیں ہے، یا جنہیں اتنی آسانی سے ووٹ دینے کی سہولت نہیں ہے جتنی یہاں امریکیوں کو حاصل ہے۔ لہذا میرا سوال یہ ہے: جب بہت سے مختلف گروپ موجود ہوں جو سختی سے مختلف نظریات پر کاربند ہوں، جن کا تعلق مختلف پس منظر سے ہو، جن کا سیاسی، مذہبی، نسلی پس منظر مختلف ہو، تو آپ ان رکاوٹوں کو کیسے عبور کریں گے تا کہ سب لوگ ایک مشترکہ مقصد کے لیے کام کریں؟

کانگریس مین فرینک: ویڈ نے اپنے اٹھائے ہوئے نکات میں ووٹنگ کی مرکزی حیثیت کے بارے میں جو بات کہی، اور یہ بات شہری حقوق کی تحریک پر بھی صادق آتی ہے، میں اپنے تاریخی تجربے سے اسے مزید تقویت دینا چاہتا ہوں۔ 1964 کی گرمیوں میں، فریڈ سمر کے سلسلے میں، میں مسی سپی میں تھا۔ اور جب ہم وہاں تھے، تو قانون نافذ کرنے والے عملے نے تین نوجوانوں کو وحشیانہ طور پر قتل کر دیا۔ اس کے دو ہفتے بعد، صدر لنڈن جانسن نے سول رائٹس ایکٹ پر دستخط کئے جس میں کہا گیا تھا کہ عوامی عمارتوں میں نسلی علاحدگی اب غیر قانونی ہے۔ لہذا اب ہمیں جیکسن، مسی سپی میں، پوری ریاست مسی سپی میں، کھانے کی جگہوں پر ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے، سنیما گھروں میں جانے کا حق حاصل ہو گیا تھا۔ اور افریقی امریکی کمیونٹی کی متحدہ قیادت نے، SNCC, SCLC, ڈاکٹر کنگ کا گروپ، NAACP, CORE، اربن لیگ نے، ہمیں ہدایت کی کہ ہم اس نئے حق کا فائدہ نہ اٹھائیں، کیوں کہ مسی سپی میں ہمارا مقصد یہ تھا کہ ووٹ دینے کے حق سے محرومی پر توجہ مرکوز کی جائے، اور اس بات کو سمجھا جائے کہ ووٹ دینے کے حق کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور یہ دوسرے تمام حقوق کو جیتنے کا ذریعہ ہے۔ ہم نے سچ مچ رضاکارانہ طور پر، بڑی حد تک، خود کو الگ کر لیا، تا کہ ہم اس مقصد پر توجہ مرکوز کر سکیں۔

جہاں تک بین الاقوامی پہلو کا تعلق ہے، تو ایک چیز جو ہم کر سکتے ہیں۔۔ ایک مسئلہ جو ہمیں درپیش ہے وہ یہ ہے۔۔ اور میں نے امتیازی سلوک کے خلاف بہت سی لڑائیاں لڑی ہیں، ان میں عمر، جنس، جنسی رجحان، نسل یا معذوری کی بنیاد پر امتیازی سلوک شامل ہے۔ ہر کیس میں ہمارے خلاف جو دلیلیں دی جاتی ہیں، وہ ایک جیسی ہیں۔ آپ ہمیشہ یہی خوفناک کہانیاں سنتے ہیں، "ہمیں ان لوگوں سے کوئی عناد نہیں ہے، لیکن اگر ہم نے یہ بات مان لی، تو اس سے بہت گڑ بڑ ہوگی۔ ہم یہ یا وہ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔" اور اصل نکتہ۔۔ اور یہاں میں کچھ حد تک میڈیا پر تنقید کروں گا کیوں کہ وہ پچھلی باتیں یاد نہیں دلاتے اور یہ نہیں کہتے، "انہوں نے اس کے بارے میں یہی کہا تھا، اور اُس کے بارے میں یہ کہا تھا، اور دوسری باتوں کے بارے میں انہوں نے یہ کہا تھا۔۔۔ اور وہ خوفناک اندیشے کبھی سچ ثابت نہیں ہوئے۔"

افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ امتیازی سلوک کے خلاف قوانین میں بنیادی خامی یہ ہے کہ کچھ عرصے بعد، ان پر عمل درآمد میں جوش و خروش کم ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب یہ ثابت کرنا آپ کی ذمہ داری بن جائے کہ کوئی آپ کے خلاف کھلم کھلا تعصب برت رہا ہے، تو یہ کام آسان نہیں ہوتا۔ دوسرے ملکوں میں مدد کے لیے ایک چیز جو ہم کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم کہیں کہ آئیے دیکھیں کہ جب ہم نے امریکہ میں یہ کیا تو کیا ہوا، اور بتائیں کہ امریکہ میں ہمارے سارے اندیشے بے بنیاد ثابت ہوئے تھے۔

آخری بات یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ یوگنڈا جیسے مقامات پر، اور دوسرے ملکوں میں جہاں ملے جلے جنسی رجحانات رکھنے والے (LGBT) لوگوں پر شدید ظلم ڈھائے جا رہے ہیں، لوگوں کو کس طرح مشورہ دیا جائے۔ میں ان معاشروں کو اتنی اچھی طرح نہیں سمجھتا کہ کوئی مشورہ دے سکوں۔ لیکن ہم تھوڑا بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ LGBT کمیونٹی میں ہم نے جو ایک چیز کی ہے، معذور افراد کی کمیونٹی میں اور یقیناً نسلی امتیاز کے سلسلے میں ہم نے جو کام کیا ہے، اور جو ترقی کی ہے، اس میں ہمیں 100 فیصد کامیابی تو نہیں ہوئی ہے، لیکن ہماری پیش رفت کافی اچھی رہی ہے۔ اس ملک میں ہماری سیاسی ساکھ خاصی مضبوط ہے جس کی بنیاد پر ہم ان لوگوں کی مدد کے لیے جا سکتے ہیں جن پر دوسرے ملکوں میں ظلم کیے جا رہے ہیں۔ امریکہ میں بڑی طاقت ہے۔ اور مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ محکمہ خارجہ، مثال کے طور پر، مختلف جنسی رجحانات والے لوگوں (LGBT) کے ساتھ ناروا امتیازی سلوک کے خلاف جنگ میں بہت سرگرم ہے۔ یقیناً آپ پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں، اور میرے لیے ایک سب سے زیادہ قابلِ فخر لمحہ وہ تھا جب

میں امریکی کانگریس کے Statuary Hall میں نیلسن منڈیلا کو یہ بتاتے ہوئے سن رہا تھا کہ اگر ہم نے رونلڈ ریگن کے اس ویٹو کو جس کے تحت انہوں نے جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت کے خلاف پابندیوں کے بل کو بے اثر کر دیا تھا، اپنے ووٹ سے مسترد نہ کر دیا ہوتا، تو وہ جیل سے باہر نہیں آ سکتے تھے۔

لہذا ایک چیز جس میں یہاں امریکہ میں ہمیں کچھ کامیابی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے اثر و رسوخ کو دوسرے ملکوں کے لوگوں کے دفاع کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ اور اب ایک آخری نکتہ۔ ہم سے کہا گیا کہ ہمارے حقوق میں مداخلت نہ کرو۔ ہمیں اس کولیشن کے لیڈروں میں شامل تھا جس نے ان غریب ملکوں کو قرضے میں چھوٹ دی جو بھاری قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے۔ اس کے نتیجے میں یوگنڈا کو کروڑوں ڈالر کی چھوٹ مل گئی۔ اور مجھے یاد نہیں کہ یوگنڈا کی حکومت کے لوگوں نے مجھ سے یہ کہا ہو، "آپ کو ہمیں قرضے میں چھوٹ دینے کی جرأت کیسے ہوئی، جاؤ اپنے کام سے کام رکھو۔" (ہنسی)

مزہیو مین: جوڈی، ووٹنگ کے مسئلے پر میں بھی کچھ کہنا چاہوں گی کہ۔۔۔

مس وڈرف: ہاں، ٹھیک ہے، اور پھر ہم سوالات شروع کریں گے۔

مزہیو مین: ووٹنگ کے معاملے میں، اور ان ملکوں میں بھی جہاں جمہوریتیں ہیں، اور لوگوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہے، معذور لوگوں کے لیے مسئلہ یہ ہے کہ انہیں ووٹنگ تک رسائی کیسے حاصل ہو۔ لہذا ایک شعبہ جس میں ہم کام کر رہے ہیں اور معذور افراد کی کمیونٹی کے ساتھ مل کر اور دنیا بھر کی حکومتوں کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں، اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ ووٹنگ کے مقامات معذور افراد کی دسترس میں ہوں، لوگ کسی کی مدد کے بغیر خود ووٹ ڈال سکیں، کسی نا بینا شخص کو کسی بینا شخص کی ضرورت نہ پڑے کہ وہ آئے اور اس کے لیے ووٹ ڈالے، اور انہیں یہ نہ بتانا پڑے کہ انہوں نے کس کو ووٹ دیا ہے۔ تو یہ صحیح معنوں میں ایک بنیادی مسئلہ ہے، ووٹنگ کی سہولت تک رسائی، اور پھر معذور لوگوں کی حوصلہ افزائی کہ ان کے ووٹ واقعی اہم ہیں۔

مز وڈرف: اور یہ کہ وہ ووٹ ڈال سکتے ہیں۔ کیا آپ کے پاس کچھ سوالات آئے ہیں جو آپ ہمیں بنا سکیں؟

اسٹاف: جی ہاں، آج بہت سے آن لائن سوالات تدبیروں اور طریقوں کے بارے میں ہیں۔ اور میڈرڈ سے Ileana نے پوچھا ہے: "کوئی سرگرم کارکن جو اپنے ملک واپس نہیں جا سکتا۔۔۔۔۔"

کانگریس مین فرینک: یہ خاتون کہاں سے ہیں؟

مز وڈرف: میڈرڈ سے

کانگریس مین فرینک: میڈرڈ، اوکے

اسٹاف: یہ خاتون میڈرڈ، اسپین سے ہیں۔

کانگریس مین فرینک: فلوریڈا والی Ileana نہیں (ہنسی)

اسٹاف: جی نہیں۔ "کوئی سرگرم کارکن جو اپنے ملک واپس نہیں جا سکتا، وہ اپنے ملک میں حقوق کو کس طرح فروغ دے سکتا ہے؟"

مسٹر ہینڈرسن: واہ۔ یہ بڑا اچھا سوال ہے۔ Ileana، شکریہ کہ آپ نے اتنا اچھا سوال پوچھا۔ اور میرے خیال میں بارنی فرینک نے یہ ممکن بنایا کہ آپ کس طرح اثر انداز ہو سکتی ہیں، خاص طور سے اگر آپ یہاں امریکہ میں رہ رہی ہیں دیکھئے، یہ آئین میں پہلی ترمیم کی برکت ہے، کیوں کہ اس کی بدولت امریکی شہریوں کو یہ حق ملا ہے کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار ایسے طریقوں سے کر سکیں جن سے امکانات کو وسیع کرنے میں مدد ملی ہے ہم نے ایک ایسے ملک میں جہاں غیر معمولی تنوع پایا جاتا ہے، بعض بنیادی اقدار کے گرد ایک اتحاد تشکیل دیا ہے ہم انہیں امریکی اقدار کہتے ہیں۔ لیکن ان اقدار میں ایسی چیزیں شامل ہیں

جیسے تقریر اور اجتماع کی آزادی، اور پہلی آئینی ترمیم میں انہیں حقوق کی ضمانت دی گئی ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ پانچویں ترمیم اور چودھویں ترمیم کے تحت سب کو قانونی کارروائی اور برابر کے قانونی تحفظ کے حقوق حاصل ہیں۔ دراصل یہی وہ بنیادیں ہیں جو ہم نے استعمال کی ہیں۔

غیرملکیوں کے لیے جو اس ملک میں رہ رہے ہیں، جو تبدیلی لانے اور اپنے ملک پر اثر انداز ہونے کی کوشش کر رہے ہیں، اور اپنی آواز بلند کر رہے ہیں تاکہ امریکی عوام بھی آپ کی آواز کو سن سکیں جنہوں نے ایسی اقدار کو گلے لگایا ہے جنہیں آپ بیشتر صورتوں میں اپنے ملک میں فروغ دینا چاہتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم اپنے طرز کی جمہوریت کو برآمد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، بلکہ جمہوریت ایسے لوگوں کے لیے پُرکشش ہے جو اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں اور اپنی پیدائش کے زمانے کے حالات کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ اور میرے خیال میں، یہاں اپنی آواز اٹھا کر، اپنے وطن کے لوگوں کے لیے حمایت کو منظم کرنے کی کوشش سے، فرق پڑ سکتا ہے۔

اور جوڈی، یہ میرا آخری نکتہ ہے۔ میں یورپ میں روما لوگوں کے بارے میں سوچتا ہوں۔ روما جن ملکوں میں رہتے ہیں، وہاں ان کے خلاف شدید ترین امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود، یورپ کے تناظر میں، ان کی اپنے حالات بدلنے کی صلاحیت محدود ہے۔ سیاہ فام یورپیوں کی بھی یہی حالت ہے جو اکثر ایسے ملکوں میں رہتے ہیں جہاں نسل کے مسئلے کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس کے باوجود انہیں اسی قسم کے امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا تجربہ ہمیں اس ملک میں ہوا تھا۔ سمندر پار کے ملکوں میں واقع ایسی غیر سرکاری تنظیموں کے درمیان اتحادوں کو منظم کیا جا رہا ہے جو اس قسم کے مسائل پر توجہ دے رہی ہیں جیسے یہود دشمنی جس میں آج کل یورپ میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ یہ مسئلہ دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی سر اٹھا رہا ہے۔ اس قسم کے اتحاد ان مفادات کے فروغ کے لیے ضروری ہیں جو ہمارے درمیان مشترک ہیں۔ اور لیڈر شپ کانفرنس میں ہم لوگ، اور دوسری تنظیمیں ان تعلقات کو ان مقاصد کے فروغ کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

مز وڈرف: بارنی۔

کانگریس مین فرینک: میرے پاس دو پوائنٹ ہیں۔ ایک تو خاص ان لوگوں کے لیے جن کا تعلق دوسرے ملکوں سے ہے اور جو یہاں امریکہ میں رہ رہے ہیں۔ یہ لوگ ایک دلیل کو غلط ثابت کرنے میں مدد دے سکتے ہیں جب کبھی ہم امریکہ کے لوگ، دوسرے ملکوں کے ان لوگوں کی مدد کے لیے جانا چاہتے ہیں جنہیں ان کے بنیادی حقوق سے محروم کیا جا رہا ہے، تو ہمیں یہ دلیل دی جاتی ہے "آپ اس معاشرے کو نہیں جانتے۔ یہ آپ کی مدد نہیں چاہتے۔ اس سے انہیں نقصان ہوگا۔" ہم سے کہا گیا تھا کہ آپ کو پابندیاں نہیں لگانی چاہئیں، میں ایک بار پھر جنوبی افریقہ کی بات کر رہا ہوں، کیوں کہ اس سے جنوبی افریقہ کی اکثریت کو نقصان ہوگا۔ ایک چیز جو لوگ کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ کہیں، "یہ بات صحیح نہیں ہے۔ میرا تعلق اسی ملک سے ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ آپ ایسا کریں۔" وہ لوگ جو یہاں رہ رہے ہیں وہ اس دلیل کو پر زور انداز میں رد کر سکتے ہیں کہ ایسا کرنا امریکہ کی ایسی اقدار کو برآمد کرنے کے مترادف ہوگا جو ان کے ملک کے لیے اجنبی ہیں، اور یہ کہ ان کے ملک کے لوگ اس کے حامی نہیں ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ چیزیں انتہائی موثر ہیں۔ ہم نے مالی اصلاحات کے مسودہ قانون کے ایک سیکشن پر کام کیا تھا جس کا تعلق براہ راست مالی اصلاحات سے نہیں تھا۔ ہم نے ایسی متنازعہ معدنیات، پیروں اور دوسری اشیاء پر پابندیاں لگائی تھیں جن کی کھدائی میں لوگوں کا خون شامل ہوتا ہے، اور ہم سے کہا گیا کہ ایسا کرنا سرا سر غلط ہے۔ متاثرہ ملکوں سے تعلق رکھنے والی افریقہ کی ایک مذہبی شخصیت نے بڑی موثر گواہی میں کہا تھا، "ایسا کرنا بالکل درست ہوگا، ان لوگوں کی باتوں میں نہ آئیے۔"

میں روما کے بارے میں ایک اور بات کہوں گا، اور یہ بات بہت اہم ہے۔ جیسا کہ ویڈیو نے کہا ہے، یہودیوں کے بعد، روما لوگ ان گروپوں میں شامل تھے جنہیں ہٹلر نے سب سے زیادہ اپنے مظالم کا نشانہ بنایا۔ اور میرے خیال میں یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا یہودی کمیونٹی کو احساس ہونا چاہیے کہ امتیازی سلوک اور ظلم، ان

میں اور روما لوگوں میں قدرِ مشترک ہے۔ یہ احساس یقیناً یہودیوں اور LGBT لوگوں میں مشترک طور پر موجود رہا ہے۔ آپ اس کا مظاہرہ ہولوکاسٹ میوزیم میں دیکھ سکتے ہیں، اور میں اس چیز کو شامل کروں گا۔
مز وڈ رف:۔۔۔جوڈی۔

مز ہیومین: یقیناً معذوری کے شعبے میں ہم مسلسل ایسی باتیں سنتے رہتے ہیں، "آپ امریکہ میں رہتے ہیں، جو کچھ آپ امریکہ میں کرتے ہیں، اسے بیرونی ملکوں کو برآمد نہیں کر سکتے۔" لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ Americans with Disabilities Act جیسے قوانین ہی ہیں جن کے دوسرے ملکوں کے لوگ متلاشی ہیں۔ یہ قانون نہ صرف یہ کہ بالکل واضح ہے اور بہت سے شعبوں میں بہت گہرائی میں جاتا ہے، بلکہ اس میں قانون پر عمل درآمد کی مضبوط شقیں بھی موجود ہیں۔ یہ ایسی چیز ہے جس کے بارے میں ہم اکثر باتیں کرتے رہتے ہیں کیوں کہ دنیا کے بہت سے ملکوں میں قانون پر عمل درآمد کی مضبوط شقیں موجود نہیں ہیں جب کہ معذوری، اور نسلی امتیاز وغیرہ کے شعبوں میں، عمل درآمد کے قوانین انتہائی اہم ہوتے ہیں۔ لہذا لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ جو کچھ ہم یہاں کر رہے ہیں، اسے برآمد کریں۔

مسٹر بینڈرسن: اس سلسلے میں، میں جرمنی کو سلام کرتے ہوئے یہ کہوں گا، کہ حال ہی میں وہاں ان 300,000 سے زیادہ افراد کے لیے جنہیں دماغی اور جسمانی معذوریاں تھیں، ایک یادگار کا افتتاح کیا گیا ہے۔

کانگریس مین فرینک: انہیں ہٹلر نے نشانہ بنایا تھا۔

مسٹر بینڈرسن: ہٹلر کا نشانہ بننے والے لوگ جنہیں جنگ کے دوران ہلاک کر دیا گیا۔ یہ یادگار بہت اہم ہے کیوں کہ اس سے عام پالیسی کے طور پر، معذوریوں والے افراد سے مساوی سلوک کی بنیاد پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معذوریوں والے افراد کے حقوق کے کنونشن کی توثیق اس ملک کے لیے شہری اور انسانی حقوق کا اتنی زیادہ بنیادی اہمیت کا معاملہ ہے۔

کانگریس مین فرینک: میں دو باتیں کہوں گا۔ سب سے پہلے، وہ دلیل جو ہم خاص طور سے نسبتاً غریب ملکوں، ترقی پذیر ملکوں کی طرف سے سنتے ہیں: "ہمیں سب سے پہلے معیشت کو سامنے رکھنا پڑے گا۔" اور امتیازی سلوک کے خلاف جتنی بھی دلیلیں ہیں، ان میں جو بات سب سے زیادہ زور شور سے کہی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ اگر معذور افراد کی ضرورتوں کو سامنے رکھا جائے تو اس سے اقتصادی طور پر بہت دباؤ پڑتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے کانٹ ایسٹ وڈ کو کہتے ہوئے سنا، بدقسمتی سے کسی کرسی سے باتیں کرتے ہوئے نہیں۔ (ہنسی)۔۔ بلکہ جیتے جاگتے لوگوں سے، اگرچہ سچی بات یہ ہے کہ میرے خیال میں وہ اس بار بھی قائل نہیں کر سکے۔۔۔ وہ ایک ہوٹل کے مالک کی حیثیت سے Americans with Disabilities Act کی شکایت کر رہے تھے کہ اگر ہم نے اس قانون میں ان کی مجوزہ ترمیم منظور نہ کی تو ان کے لیے ہوٹل چلانا ممکن نہیں ہوگا۔ ہم نے وہ ترمیم منظور نہیں کی اور اس کے باوجود کسی پر اس کا کوئی منفی اثر نہیں پڑا۔

لہذا اس بات کو تحریر میں لانا بہت اہم ہے کہ Disabilities Act کے کوئی منفی اثرات نہیں پڑے۔ لیکن دوسرا پہلو جس کے بارے میں ویڈ نے بات کی وہ یہ ہے کہ دونوں پارٹیوں کی حمایت بہت ضروری ہے، اور میرے خیال میں یہ بڑی اچھی بات ہے۔۔ بڑا اچھا ہونا اگر۔۔ لیکن میں حقیقت سے آنکھیں نہیں موڑ سکتا۔

مسٹر بینڈرسن: جی ہاں، یہ بہت مشکل ہے۔

کانگریس مین فرینک: معذوری کے بارے میں بین الاقوامی معاہدے پر کام روک دیا گیا کیوں کہ ریپبلکن پارٹی دائیں بازو کے زیر اثر ہے۔ چنانچہ امریکی سینیٹ میں Bob Dole کی موجودگی بھی ریپبلکن پارٹی کی کوئی قابل ذکر حمایت حاصل کرنے کے لیے کافی نہیں تھی۔

مسٹر بینڈرسن: یہ صحیح ہے۔

کانگریس مین فرینک: اور تاریخی لحاظ سے جب ہمیں دونوں پارٹیوں کی حمایت ملی ہے، تو ہم نے پیش قدمی کی ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کل ایسا نہیں ہے کیوں کہ ریپبلیکن پارٹی کا خیال ہے کہ حکومت کا عمل دخل بہت بڑھ گیا ہے، اور مجھے امید ہے کہ سیاسی بیداری کے ذریعے لوگ اس اندازِ فکر کو تبدیل کر سکتے ہیں۔

مسٹر بینڈرسن: جی

مز وڈرف: ہمارے پاس ایک اور سوال ---جلدی سے، کیوں کہ ہم چاہتے ہیں کہ مزید کچھ سوالات شامل کریں۔

مسٹر بینڈرسن: مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ معاہدے کا معاملہ صرف پانچ ووٹوں کی وجہ سے اٹکا ہوا ہے اور وہ پانچ ووٹ ریپبلیکن سینیٹرز کے پاس ہیں۔ اگر وہ ووٹ مل جائیں تو معاہدے کی توثیق ہو جائے گی۔ اگر وہ ووٹ نہیں ملتے تو پھر بات نہیں بنے گی۔ لہذا حقیقت یہ ہے کہ ہمیں پانچ ووٹوں کی ضرورت ہے، اور اس تفصیل میں جائے بغیر کہ وہ پانچ ووٹرز کون ہیں، ہم بات آگے بڑھاتے ہیں۔ (ہنسی۔)

مز وڈرف: اگلا سوال۔

کانگریس مین فرینک: ہم آپ کو چپکے سے بتا دیں گے (ہنسی)

اسٹاف: بالکل ٹھیک۔ یہ سوال جینیفر کی طرف سے ہے۔ وہ یہاں آج حاضرین میں موجود ہیں۔ "مختلف گروپ جو اتحاد بناتے ہیں، انہیں اہم قوانین کی منظوری اور عمل درآمد کے لیے دستخط ہونے کے بعد، آپ کس طرح قائم رکھیں گے۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب عمل درآمد کا تفصیلی اور صبر آزما کام شروع ہوتا ہے؟"

مز بیو مین: جہاں تک معذور افراد کی کمیونٹی کا تعلق ہے، تو قانون کی منظوری سے ان لوگوں میں اپنا کام جاری رکھنے کا جذبہ پیدا ہوا، کیوں کہ ہمیں ایک چیز کو کاغذی شکل سے حقیقت کا روپ دینا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مختلف گروپوں کے اشتراک سے 504 اور Americans with Disabilities Act کا حصول ممکن ہوا۔ میرے خیال میں یہ قوانین وجود میں نہ آتے اگر بہت سے گروپوں کے اتحاد صحیح معنوں میں مل کر کام نہ کر رہے ہوتے۔ پیش قدمی کے لیے اور ٹرانسپورٹیشن میں رہائشی سہولتوں میں، صحت کی دیکھ بھال میں تبدیلی کے لیے، اور یہ بنیادی سوچ لانے کے لیے کہ معذور افراد کے حقوق بھی وہی ہیں جو دوسرے لوگوں کے، ان تمام گروپوں کی وسیع حمایت حاصل نہ کی گئی ہوتی۔ کیونکہ میرے خیال میں امریکہ میں اور دنیا بھر میں آج بھی ایک بڑا مسئلہ یہی ہے کہ لوگ معذور افراد کو دوسرے درجے کا شہری سمجھتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ یہ لوگ زندگی میں پوری طرح شرکت نہیں کر سکتے۔

مز وڈرف: جب کسی بڑے قانون کی منظوری کے مرحلے تک پہنچنے کے لیے لوگوں کو اتنی سخت محنت کرنی پڑتی ہے، تو کیا آپ کو کسی حد تک ان کی تھکن کے مسئلے سے نمٹنا نہیں پڑتا؟

مز بیو مین: جی نہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اس کیس میں حکومت نے معذوری والے افراد اور ان کے گھرانے کے لوگوں کو ٹیکنیکل امداد فراہم کرنے کے لیے، پیسہ فراہم کر دیا۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد کو تربیت دی گئی جو اس قابل ہو گئے کہ اپنی بستیوں میں اپنی مقامی حکومتوں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر صحیح معنوں میں عمل درآمد کا کام کریں۔ ان قوانین کی تیاری اور منظوری کی اصل وجہ بھی یہی تھی کہ حالات میں تبدیلی لائی جائے۔ اور یہ مقصد صرف اسی طرح حاصل کیا جا سکتا تھا۔

کانگریس مین فرینک: مجھے ایک گروپ کے لیے مختصراً کچھ کہنا ہے۔ یہ وہ گروپ ہے جس کی کسی حد تک تحقیر کی جاتی ہے اور اس کے خلاف امتیازی سلوک کیا جاتا ہے، یعنی وکیل (ہنسی)۔ کیوں کہ یہ وہ مرحلہ ہے جہاں وکیلوں کا کام شروع ہوتا ہے، اور یہ بات اہم ہے کہ عوامی مفاد کی حفاظت کے لیے وکیلوں کا ایک گروپ موجود ہو، ایسے لوگ جن کے پاس مالی وسائل ہوں، کیوں کہ قوانین پر عمل درآمد کے لیے،

دو مرحلوں پر وکیلوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اول، مسودہ تیار کرنے میں۔ دراصل آپ چاہتے ہیں کہ ایسے وکیل ہوں جو ہمدرد ہوں اور قانون پر عمل درآمد کے ضابطوں کے مسودوں کی تیاری میں شرکت کریں۔ اور پھر ایسے وکیل جو خلاف ورزیوں کی صورت میں مقدمے دائر کر یں۔ لہذا یہ بات انتہائی اہم ہے کہ کافی مالی وسائل سے ایس، وکیلوں کی ایک جماعت موجود ہو۔

مسٹر بینڈرسن: بارنی، یہ چیز بڑی اہم ہے۔

مز وڈرف: شاید یہ پہلا موقع ہے کہ میں نے وکیلوں کے لیے ہمدردی کے دو بول سنے ہیں۔ (ہنسی۔)

کانگریس مین فرینک: اس کام میں ان کا رول بہت اہم ہے۔

مسٹر بینڈرسن: میرا مطلب یہ ہے کہ واقعی یہ صحیح ہے، اور لیگل سروسز کارپوریشن اس عمل کا اہم عنصر ہے، اور بینچ پر ایسے ججوں کا تقرر جو عدالتوں کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھتے ہوں، لیکن یہ واقعی بہت ضروری ہے۔

میں صرف ایک بات پر زور دینا چاہتا ہوں۔ بارنی نے بتایا کہ خاص طور سے معذور افراد کے حقوق کے شعبے میں، قانون کی تبدیلی کے کتنے مثبت اقتصادی اثرات ظاہر ہوئے ہیں اور یہ اثرات ملک بھر میں پھیل گئے ہیں۔ میں منصفانہ رہائشی سہولتوں سے متعلق ترمیمات کے بارے میں سوچتا ہوں جن پر بارنی نے 1988 میں کام کیا تھا اور جو قانون بن گئے۔ ان ترمیمات سے معذوروں کے لیے رہائشی سہولتوں کے قوانین اور ضابطے بنے جن سے امریکہ میں بہتری کے لیے تبدیلی لانے میں مدد ملی۔ آج کل آپ جو ڈھلوان والے راستے دیکھتے ہیں، ہوٹلوں کے غسل خانوں میں جو سلاخیں لگی ہوتی ہیں، اور غسل کے ٹبوں میں پھسلنے سے بچنے کے لیے جو پٹیاں لگی ہوتی ہیں، یہ سب چیزیں۔ چوڑے چوڑے دروازے جن سے معذوروں کی پیہے دار کرسیاں گذر سکیں۔ اب یہ سب چیزیں عام ہو گئی ہیں اور اس ملک میں تعمیراتی ماہرین جو بھی عمارت ڈرائن کرتے ہیں، ان میں یہ چیزیں شامل ہوتی ہیں۔ ان چیزوں سے دنیا نہ صرف معذور افراد کی دسترس میں آ گئی ہے بلکہ بہتر جگہ بن گئی ہے۔ اور ایک خاص عمر کے لوگوں کے لیے، غسل خانوں میں ان سہولتوں کی موجودگی بہت بڑی برکت ہے بلکہ ان کے لیے بھی جنہیں کوئی مخصوص نوعیت کی معذوری نہیں ہے۔

جوڈی، آپ کے سوال کے بارے میں، میں ایک بات اور کہوں گا، یعنی آپ لوگوں کو حرکت میں کیسے لائیں۔ اور میں چند سال قبل کے، 2008 کے Matthew Shepard/James Byrd کے نفرت کی بنیاد پر جرم کے ترمیمی ایکٹ کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ ایک چیز جو اس قانون کے تحت ہوئی وہ یہ تھی کہ اس نے ہمارے نفرت کی بنیاد پر کیے جانے والے وفاقی جرائم سے تحفظ کو مختلف النوع جنسی رجحانات کے لوگوں یعنی (LGBT) کمیونٹی تک وسعت دے دی۔ اور قوانین پر کس حد تک عمل درآمد ہو رہا ہے، اس کا تعین کرنے کے لیے اعداد و شمار اکٹھے کرنا بہت اہم ہے۔ اور اس قسم کا معیار مقرر کرنے سے، کہ عوامی سطح پر اس چیز میں دلچسپی کی سطح کیا ہے، آپ صحیح معنوں میں بہتری کی جانب بہت بڑی تبدیلی لا سکتے ہیں۔

لہذا جب کوئی اہم قانون منظور ہو جاتا ہے، تو پھر اس پر عمل درآمد کے انتظامات کرنا، عمل درآمد کو مانیٹر کرنا، نگرانی کا ایسا نظام قائم کرنا جس سے تبدیلی لانے میں مدد ملے، یہ سب چیزیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فرگنسن، مسی سپی میں، مائیکل براؤن کی موت کے بعد جن چیزوں پر توجہ مرکوز ہوئی ان میں یہ تمام امور شامل ہیں: نسل کی بنیاد پر امتیازی سلوک، اور نفاذ قانون پر اس کے اثرات، اور نفاذ قانون کے ادارے اپنے فرائض کس طرح انجام دیتے ہیں، یہ کوشش کہ پولیس کے افسران کے کارروائی پر کیمرے لگے ہوں تاکہ وہ جو کچھ کریں اس کا ریکارڈ موجود ہو، پولیس کی کارروائی کے متاثرین کے لیے اور ان پولیس افسروں کے لیے بھی جو اپنے فرائض صحیح طریقے سے انجام دیتے ہیں۔ اور ہمیں اس بات پر زور دینا چاہیے کہ ان تمام چیزوں کا مطلب امریکہ میں نفاذ قانون کے نظام کی مذمت کرنا نہیں ہے۔ ہماری بستیوں میں پولیس کا رول بہت اہم ہے، لیکن ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ قوانین کا اطلاق منصفانہ طریقے سے کیا جائے

گا، اور ہم یہ جانتے ہیں کہ غیر ارادی طور پر جانبداری کا مسئلہ موجود ہے، لیکن تربیت اور ضابطوں پر عمل درآمد، نگرانی اور حفاظتی اقدامات کے ذریعے ہم اس مسئلے پر قابو پا سکتے ہیں۔

لہذا یہ سب چیزیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔

مز وڈرف: اگلا سوال۔

اسٹاف: رومانیہ میں امریکی محکمہ خارجہ کے امریکن کارنر سے ایک آن لائن ناظر نے پوچھا ہے: "کون سی ترمیم کے تحت شہریوں کی سرگرم شرکت اور ان کی تنظیم کی ضمانت فراہم کی گئی ہے؟"

مز وڈرف: امریکی آئین کی کون سی ترمیم؟

مسٹر بینڈرسن: اسٹیٹس کا آئین۔

اسٹاف: جی ہاں

مز وڈرف: تو رومانیہ سے کوئی یہ سوال پوچھ رہا ہے۔

مسٹر بینڈرسن: واہ، کیا بات ہے!

مز وڈرف: کیا میں نے آپ کی بات صحیح سمجھی ہے؟

اسٹاف: بالکل صحیح

کانگریس مین فرینک: ابتدا میں ہی، درحقیقت یہ اصل آئین میں موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صرف ایوان نمائندگان کا انتخاب براہ راست ہوتا ہے۔ لوگوں کو صدر کے انتخاب میں ووٹ ڈالنے والوں کو منتخب کرنے اور سینیٹ کے لیے، ریاست کے قانون سازوں کے انتخاب میں، ووٹ کا حق حاصل ہے۔ آئین میں دراصل اس لیے ترمیم کی گئی تھی تا کہ عوام کو صدر کے انتخاب میں زیادہ اختیار مل جائے۔ لیکن جہاں تک ترمیموں کا تعلق ہے، پہلی ترمیم بہت اہم ہے، کیوں کہ جیسا کہ ویڈیو نے کہا ہے، اس ترمیم کے ذریعے تقریر کرنے، منظم ہونے اور شائع کرنے کے اختیارات ملے ہیں۔ لیکن خاص طور سے امریکہ میں، ٹیرپویں، چودھویں، اور پندرہویں ترمیمیں اہم تھیں۔ پندرہویں ترمیم اس لیے ضروری تھی کیوں کہ ملک کے بعض حصوں میں، افریقی امریکیوں کے ووٹ دینے کے حق کے خلاف مزاحمت موجود تھی۔ اور پھر انیسویں ترمیم ہے جو عورتوں کے حق رائے دہی کے بارے میں ہے، اور پھر وہ ترمیم ہے جس میں 18 برس کے لوگوں کو ووٹ کا حق دیا گیا ہے۔ مجھے یاد نہیں آ رہا ہے کہ اس ترمیم کا کیا نمبر ہے، بیسویں یا ایسی ہی کوئی ترمیم۔

لیکن بنیادی بات یہ ہے کہ یہ مخصوص ترمیمیں افریقی امریکیوں، عورتوں اور 18 برس کے لوگوں کے لیے تھیں جو آئین کا حصہ بنا دی گئیں جس میں کہا گیا ہے کہ لوگوں کو ووٹ ڈالنا چاہیے۔

مسٹر بینڈرسن: تاہم میں ایک بات ضرور کہنا چاہوں گا، جوڈی۔ میرے خیال میں ہمیں امریکہ میں جو تجربہ حاصل ہوا ہے، اس سے ہم ایک سبق سیکھ سکتے ہیں۔ وہ سبق یہ ہے کہ بعض ملکوں میں تنوع یا معاشرے میں پائے جانے والے اختلافات، تبدیلی لانے کے خلاف تباہکن طاقت بن سکتے ہیں۔ جب کہ امریکہ میں اسی تنوع کو کوشش کے ذریعے ترقی اور طاقت کے مثبت عنصر میں تبدیل کیا ہے۔ جب آپ یہاں موجود حاضرین پر نظر ڈالتے ہیں، جب آپ کام کی جگہوں کو دیکھتے ہیں کہ وہاں مختلف آبادیوں سے وابستہ لوگ اپنے قبیلوں کی بنیاد پر منظم نہیں ہیں، بلکہ انہیں جس چیز نے اکٹھا کر رکھا ہے وہ بعض بنیادی اقدار ہیں، اور ان اقدار کی بدولت ہم سب کے مشترکہ مفادات کو ترقی ملی ہے۔

لہذا جب جوڈی بیومین کہتی ہیں کہ دیکھیے، ہم اس طرز فکر کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں جس میں کبھی معذوریوں والے افراد کے ساتھ ہمدردی کی جاتی تھی، اور اب وہ طرز فکر اختیار کر لیا ہے جس کی بنیاد

حقوق پر ہے۔ یہ وہ ماڈل ہے جس کی ساخت اور سوچ کا انداز کسی حد تک افریقی امریکیوں کی شہری حقوق کی تحریک سے متاثر ہوا ہے۔ اسی تحریک سے عورتوں کی تحریک، LGBT تحریک، معذور افراد کی کمیونٹی کی تحریک اور تارکین وطن کی تحریک کو ہمہمیز ملی۔ تارکین وطن کی تحریک کے بارے میں ہم لوگوں نے کوئی بات نہیں کی ہے، لیکن مجھے امید ہے کہ اس موضوع پر کوئی سوال پوچھا جائے گا کیوں کہ امیگریشن اس وقت ہمارے لیے اس لحاظ سے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے کہ اس کا تعلق ہماری اقدار کو عملی شکل دینے سے ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ دونوں پارٹیوں کا اتحاد جو اب تک مفقود رہا ہے، اور جو امیگریشن میں جامع اصلاحات کو قانون کی شکل دینے کے لیے ناگزیر ہے، ممکن ہو سکے گا۔ مجھے امید ہے کہ ہمیں اس موضوع پر گہرائی میں جا کر بات کرنے کا موقع ملے گا۔

مز بیومین: میں صرف یہ کہنا چاہوں گی کہ جب دوسرے ملکوں کے معذوریوں والے افراد امریکہ آتے ہیں، اور پھر جب وہ یہاں سے واپس جاتے ہیں، تو ایک چیز جو وہ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اپنی معذوری کے باوجود یہاں وہ خود کو دوسروں سے مختلف محسوس نہیں کرتے۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ کمیونٹی میں گھوم پھر سکتے ہیں، اور یہاں انہیں ان کے حقوق سے محروم نہیں کیا جاتا۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ ایسا کہنا بڑی مثبت بات ہے، کہ جب ہمارے قوانین پر ایک عرصے تک موثر انداز سے عمل درآمد کیا جائے، تو ان سے نہ صرف طبعی رکاوٹیں اور دوسرے شعبوں میں رکاوٹیں ختم ہو رہی ہیں، بلکہ ان رکاوٹوں کے ختم ہونے سے، لوگوں کے لیے یہ ممکن ہو گیا ہے کہ پورے ملک کے لوگ ایک دوسرے کو سمجھنے لگیں اور صحیح معنوں میں ایک دوسرے کی خصوصیات کی بنا پر ایک دوسرے کی قدر کرنے لگیں نہ کہ لوگوں کو ان کی جنسی ترجیح، نسل، معذوری وغیرہ کے پیمانے سے جانچیں۔

مز وڈرف: درست۔ ہمارے پاس اب چار منٹ باقی رہ گئے ہیں۔ کیا آخری سوال یہاں حاضرین میں سے کسی کے پاس ہے یا آن لائن ٹوئٹر سے ملے گا؟

اسٹاف: ایک آخری سوال، جو ممکن ہے کچھ مشکل ثابت ہو۔ آپ کوئی وسیع البینا د اتحاد کس طرح تشکیل دے سکتے ہیں جب گروپ میں شامل بہت سے گروہوں کو یہ فکر ہو کہ ان پر دوسرے گروہوں کے منفی پہلوؤں کا داغ لگ جائے گا؟ ظاہر ہے کہ بہت سے گروہوں کو مختلف زاویوں سے دیکھا جاتا ہے، تو آپ اس قسم کے مسئلے پر کیسے قابو پائیں گے۔

کانگریس مین فرینک: اس سوال کے جواب کا آغاز میں کرنا چاہتا ہوں۔

مز وڈرف: یہ سوال کس نے پوچھا ہے۔

اسٹاف: یہ حاضرین میں سے کسی کی طرف سے تھا۔

مز وڈرف: اچھا، ٹھیک ہے۔

کانگریس مین فرینک: اس سوال کا جواب میں دوں گا کیوں کہ ظاہر ہے کہ اس کا سب سے زیادہ تعلق مختلف قسم کے جنسی رجحانات رکھنے والے لوگوں (LGBT) سے ہے۔ سب سے پہلے میں حقائق بیان کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے زیادہ حمایت کرنے والوں میں، بلکہ وہ نسلی گروپ، آبادی میں وہ گروپ جس نے امریکہ کے ایوانِ نمائندگان میں LGBT کی سب سے زیادہ مضبوط حمایت کی ہے وہ امریکی کانگریس کا بلیک کاکس یعنی سیاہ فام ارکان کانگریس کا ہے۔ کانگریس کے بلیک کاکس کا ریکارڈ کسی بھی گروپ کے مقابلے میں بہتر رہا ہے۔ اس میں ہم جنس پرست ارکان شامل ہیں، کھلے عام ہم جنس پرست ارکان نہیں، بلکہ مجموعی طور پر۔ (ہنسی) اور یہ اس کے باوجود ہوا ہے کہ افریقی امریکیوں اور لاطینی امریکیوں سے یہ کہا جاتا رہا ہے کہ آپ کو ان لوگوں کا ساتھ نہیں دینا چاہیے۔"

میں دو باتیں کہوں گا۔ پہلی تو یہ ہے کہ اس کے لیے باہم احترام ضروری ہے۔ اس کے لیے حمایت دو طرفہ ہونی چاہیے۔ یہ کام یکطرفہ نہیں ہو سکتا دوسری بات یہ ہے کہ اس کے لیے یہ احساس ضروری ہے کہ یہ کام دشوار ہو سکتا ہے میں نے اپنے بہت سے افریقی امریکی ساتھیوں کے ساتھ مل کر کام کیا ہے، جنہیں مذہبی

حلقوں کی طرف سے کچھ مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور ایک ایسا کیس ہوا جب ہم نفرت کی بنیاد پر جرائم کے مسودہ قانون پر کام کر رہے تھے، اور ہم بلیک کاکس میں بات کر رہے تھے، اور بعض افریقی امریکی ارکان جو بڑے مضبوط حامی تھے، کہنے لگے، "بتائیں، میں اس دلیل کا کیا جواب دوں جب میرے پادری یہ کہیں کہ اگر ہم نے یہ قانون منظور کر لیا، تو میں اپنے خطبے میں یہ نہیں کہہ سکوں گا کہ ہم جنس پرستی غلط ہے۔" میرا جواب یہ تھا کہ یہ مسودہ قانون تشدد اور جسمانی ظلم و زیادتی کے بارے میں ہے، اور میں نے کہا، "میں یہ کہوں گا۔ میرے پاس بہترین جواب یہ ہے: اس کا تقریر سے کوئی تعلق نہیں؛ اگر ہم ایسا کر بھی سکتے تو بھی ایسا نہ کرتے۔ اگر یہ بل کل قانون بن جاتا ہے، تو پھر مجھے fag کہنا بالکل قانونی ہو گا۔" میں نے مزید کہا کہ میں اس وقت کسی ایسے شخص کے لیے اس کی سفارش نہیں کروں گا جس کا تعلق بنکاری سے ہو۔ (ہنسی)۔ لیکن یہ حساس معاملہ تھا اور وہ اس سے اپنے طریقے سے نمٹے۔

اس وقت، جس چیز سے مدد ملتی ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کے تجربے میں کوئی ایسی چیز ہوتی ہے کہ ان کی شخصیت میں کسی عنصر کی وجہ سے ان کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک ہوتا ہے۔ لہذا آپ کو ان مسائل کا ادراک ہونا چاہیئے۔ میرے خیال میں، اس وقت سب سے مشکل چیز یہ ہے کہ بعض لوگوں کی طرف سے افریقی امریکیوں اور لاطینی امریکیوں کے درمیان امیگریشن کے مسئلے پر ایک اختلافی لائن ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ دلیل یہ دی جا رہی ہے کہ غیر قانونی کارکنوں کی بہت بڑی تعداد کی موجودگی سے قانونی کارکنوں کو قابل عمل طریقے سے قانونی تحفظ فراہم کرنے کی صلاحیت کمزور ہو جاتی ہے۔ لہذا اب آپ خود سوچیں کہ کہاں کہاں اختلافات موجود ہیں، اور ان کا حل نکالیں۔

مسٹر بینڈرسن: اس مسئلے پر مجھے کچھ کہنے دیجیئے۔

مز وڈ رف: صرف ایک منٹ باقی بچا ہے۔۔۔

مسٹر بینڈرسن: ٹھیک، میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔

مز وڈ رف: آپ کے پاس وقت ہے۔

مسٹر بینڈرسن: لیڈرشپ کانفرنس میں ہمارے پاس ایک سادہ سا نسخہ ہے، جو یہ ہے کہ اگر آپ کسی کو دوست بنانا چاہتے ہیں، تو خود آپ کو دوست بننا چاہیئے۔ کام اسی طرح چلتا ہے۔ بہت سی جماعتوں کے اتحاد بنانے کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنے خول سے باہر آئیں، اور یہ بات تسلیم کریں کہ وسیع تر مفاد کے لیے اتحاد تشکیل دینے سے سب کو توانائی ملتی ہے۔ ہماری پوری کولیشن کی بنیاد ہی یہ تصور ہے کہ ہم ایسا امریکہ بنانا چاہتے ہیں جو اتنا اچھا ہو جتنے اس کے آدرش ہیں، اور ہم اسی مقام پر ہیں۔

کانگریس مین فرینک: میرے پاس 30 سیکنڈ ہیں (ہنسی)۔ میں لیڈر تھا کیوں کہ میں ایک ذیلی کمیٹی کا چیئر مین تھا جس نے یہ بل منظور کیا جس میں تسلیم کیا گیا تھا کہ ہم نے جاپانی امریکیوں کے ساتھ انتہائی برا سلوک کیا تھا۔

مسٹر بینڈرسن: بالکل صحیح

کانگریس مین فرینک: ہم نے معذرت کی اور انہیں کچھ معاوضہ فراہم کیا۔ چند برسوں بعد جاپانی امریکی سٹیٹیز لیگ میں یہ بحث ہو رہی تھی کہ آیا ایک ہی جنس کے افراد کے درمیان شادی کو تسلیم کیا جائے۔ یہ وہ ابتدائی دور تھا جب یہ بڑا انقلابی تصور تھا۔ اور Normal Mineta اس وقت کانگریس میں جاپانی امریکی رکن تھے۔ انہیں بھی دوسرے جاپانی امریکیوں کے ساتھ، گھروں سے نکال کر کیمپوں میں ڈال دیا گیا تھا۔ انہوں نے خود کو اس اختلافی مسئلے میں شامل کر لیا جو امریکی کانگریس کے رکن کے لیے غیر معمولی بات تھی۔ انہوں نے کہا، آپ کو پتہ ہے؟ ہمارے ساتھ جو زیادتی ہوئی تھی اس کے ازالے کے مسودہ قانون کی جنگ کی قیادت ایک ہم جنس پرست شخص نے کی تھی۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کے اور اس جیسے دوسرے لوگوں کے خلاف موقف اختیار کروں۔" اور میرے نزدیک یہ ایک مثال ہے۔۔۔ انہوں نے اس قانون کو منظور کر دیا۔ یہ پہلی قومی سطح کی، غیر ہم جنس پرست تنظیم تھی جس نے ایک ہی جنس کی شادی کی تائید کی۔

مِزِ وُذْرَفِ: جوڈی، آخری کلمات۔

مِزِ بیومین: میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں، بیرون ملک ناظرین سے، آج کی گفتگو میں جو چیز بہت اہم ہے وہ یہ ہے کہ اتحاد اور کولیشن بنانے اور اکٹھے ہونے سے ہمارے ملک اور دوسرے ملکوں کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہماری ایک دوسرے کا دفاع کرنے کی صلاحیت، اور دنیا کے تمام لوگوں کے حقوق کے لیے آواز بلند کرنے سے ہی ہمارے ملک مضبوط تر ہو جاتے ہیں۔

مِزِ وُذْرَفِ: اب آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ ان میں سے ہر فرد اپنی اپنی کمیونٹی میں، اس اتحاد میں جو انہوں نے تشکیل دیے ہیں، کیوں لیڈر کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہذا جوڈی بیومین، ویڈ ہینڈرسن، اور کانگریس میں بارنی فرینک کا شکریہ ادا کرنے میں میرا ساتھ دیجیئے۔ آپ سب کا شکریہ۔ (تالیاں)۔

###